"میں ارتضیٰ لالا سے شادی نہیں کروں گی۔" کم عمر رابیل کے
صاف انکار پر ارتضیٰ کا منہ بن گیا، حالانکہ کئی لڑکیاں اس سے
شادی کی خواہش مند تھیں۔ کیا مسئلہ ہے مجھ سے شادی کرنے
میں؟ ارتضیٰ نے ضبط سے پوچھا۔ میں بھاگی ہوئی لڑکی کے شوہر سے
کیوں شادی کروں؟ اس کے جواب پر رابیل کی ماں کا جی چاہا دو رکھ
کر اس بیوقوف کی کمر پہ لگائے۔ وہ تو بھاگ گئی، تمہیں نہیں بھاگنے

کر اس بیوقوف کی کمر پہ لگائے۔ وہ تو بھاگ گئی، تمہیں نہیں بھاگنے
دوں گا، کل ہمارا نکاح ہے، میرے بچوں کی ماں بننے کی تیاری کرو،
ارتضیٰ سرد لہجے میں دھاڑا۔ اب ہمارا نکاح نہیں ہوگا کیونکہ آپ
کی بھاگی ہوئی بیوی مل جائے گی، تایا ابو دن رات اسی مشن پر لگے
ہوئے ہیں، اس نے اپنے تئیں بہت بڑی وجہ سامنے رکھی تھی۔
ہا ارابیل، تمہیں یہ کس نے بتایا؟ رابیل کی ماں ہونٹوں کے اوپر

ہاں رانیل، تمہیں یہ کس نے بتایا؟ رانیل کی ماں ہونٹوں کے اوپر انگلی رکھے حیرت سے بولی تھی۔ وہ اس دن میں نے تایا ابو کو فون پر بات کرتے کسی سے سنا تھا۔ تو تم نے اپنے تایا ابو کو یہ کہتے نہیں سنا کہ ہم نے نہ صرف اس لڑکی کو ڈھونڈ نکالا ہے بلکہ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے اس کی بوٹی بوٹی کر کے کتوں کے آگے ڈال دی تھی؟ وہ خون خوار آنکھوں سے دیکھتا ہوا دھاڑا تھا۔ اور اب اگر تم انکار کرو

گی تو تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے گا۔ چچی جان، آپ
اسے اچھے طریقے سے سمجھا دیجیے گا، چلتا ہوں میں۔ وہ باہر نکل گیا
تھا، جبکہ نسیم بیگم نے آگے بڑھ کر رابیل کا بازو مروڑا تھا۔ کیا ہے ماما،
مجھے کیوں مار رہی ہیں؟ تمہاری کتنی زبان چلتی ہے، یہ تمہارا رشتہ ہم
نے طے کیا ہے اور تمہیں ہم اس بات کی بالکل بھی اجازت نہیں
دے رہے ہیں کہ تم بڑوں کے معاملے میں بولو، سمجھی؟

دے رہے کہ تم بڑوں کے معاملے میں بولو، سمجھی؟ یہ نہ ہو تمہاری
زبان کاٹ کر میں کتوں کے آگے ڈال دوں۔ کل شادی ہے میری
اور آپ مار لیں، آج بھی مار رہی ہیں، ایسا کیجیے گا کل جب دلہن بن
کر بیٹھوں گی تب بھی مار لیجیے گا، وہ روتے ہوئے بولی تھی۔ ارے
نسیم، کیوں بچی کو ڈانٹ رہی ہو، چھوڑو اسے۔ تائی امی، دیکھ لیں،
ماما مجھے آج بھی مار رہی ہیں۔ بھابھی، اس کے کرتوت ہی ایسے ہیں،

ماما جانے اس کی مار رہی ہیں۔ بھابھی، اس کے کرتوت ہی ایسے ہیں،
ارتضیٰ کے آگے ایسے منہ پھاڑ کر انکار کر رہی تھی، اسے سمجھا دیں
اپنی زبان میں، اگر میں نے اب اس منہ پھٹ سے اس طرح کی کوئی
بے ہودہ بات سنی تو اس کی زبان گدی سے کھینچ لوں گی۔ تائی امی،
وہ روتے ہوئے تائی امی کے سینے میں منہ چھپا گئی تھی۔ خبردار نسیم
اگر تم نے اب میری بیٹی کو کچھ کہا تو، اور رانیل بیٹا، ایسے نہیں کہتے،

بڑوں کے معاملے میں چھوٹے نہیں بولتے۔ میں کب بڑوں کے
معاملے میں بول رہی ہوں، بس یہ کہا ہے کہ اس خونی سے میری
شادی نہ کروائیں، وہ ماں کی طرف دیکھتے ہوئے ہچکچائی تھی مگر پھر وہ
جلدی سے اپنا جملہ مکمل کر گئی تھی۔ ایسے نہیں کہتے بیٹا، ارتضیٰ کب
خون خوار ہے؟ مجھے خود انہوں نے ابھی بتایا ہے کہ انہوں نے نائمہ
کی بوٹیاں کر کے کتوں کو ڈال دی ہیں اور وہ کہہ رہے تھے میرے

کی بولیاں کرتے تھوں تو ڈال دی ہیں اور وہ کہہ رہے تھے میرے ساتھ یہی کریں گے۔ ایسے ہی وہ تو پاگل ہے، کچھ بھی بولتا رہتا ہے، تم اس کی باتوں پر دھیان مت دو، آؤ تم میرے ساتھ، میں تمہارے لیے کچھ جیولری نکال کر بیٹھی تھی، بس تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔ جیولری کا نام سنتے ہی وہ چہکتی ہوئی ان کے ساتھ چلی گئی تھی۔ یہ لڑکی بھی نا، ناک میں دم کر دیا اس نے، پہلے تو سوچا تھا شادی کر کے کہیں رخصت کر دوں گی تو سکون آئے گا، اب تو یہ یہی میرے سینے

نہیں رخصت کردوں گی تو سکون آئے گا، اب تو یہ یہی میرے سینے
پر ہی مونگ دلے گی، نسیم بیگم بڑبڑاتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی
گئی تھی۔ تقریباً شام پانچ بجے تک باقی لڑکیاں بھی پارلر سے آگئی
تھیں، وہ تو ساری خوب لشکارے مار رہی تھیں اور ان کی تیاری دیکھ
کر رابیل دل مسوس کر رہ گئی تھی۔ اگر اس وقت غصے میں جانے سے
انکار نہ کرتی تو اس وقت وہ بھی ان کے ساتھ خوب چمک رہی ہوتی،

انکار نہ کرتی تو اس وقت وہ بھی ان کے ساتھ خوب چمک رہی ہوتی،
مگر خیر اب کیا ہو سکتا تھا۔ صبح اسے سب نے کتنا کہا تھا کہ ان سب
کے ساتھ چلے اور پارلر سے جا کر اپنا فیشل وغیرہ کروا لے، مگر وہ ہی
نہیں مانی تھی۔ تائی امی نے گھر پر ہی بیوٹیشن کو بلا لیا تھا اور اب اس
کے ہاتھوں پر مہندی لگائی جا رہی تھی۔ سارے گھر میں ڈیکوریشن
ہو رہی تھی، باہر لان میں اسٹیج کی تیاریاں بھی اپنے آخری مراحل
کو پہنچ چکی تھیں۔ سب ہی تیاریاں کر رہے تھے مگر رانی اپنی مہندی

کو پہنچ چلی تھیں۔ سب ہی تیاریاں کر رہے تھے مگر رابی اپنی مہندی
خشک کر رہی تھی، اور مہندی خشک کرنے کے بعد اس نے جا کر
شاور لیا تھا۔ بیوٹیشن نے اسے تیار کیا تھا، سی گرین بھاری غرارہ پہنے
وہ نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی، اور خود کو آئینے
میں دیکھ کر رابیل خود ہی اپنی نظریں اتارنے لگی تھی۔ تائی امی
دیکھیں، میں کتنی پیاری لگ رہی ہوں۔ جیسے ہی زرینہ بیگم اور نسیم
بیگم کمرے میں آئیں وہ جھک کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ نسیم بیگم نے

بیگم کمرے میں آئیں وہ جھک کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ نسیم بیگم نے اسے گھورا تھا۔ ہاں، میری بیٹی ماشاءاللہ ہے ہی بہت پیاری، چاند اور سورج کی جوڑی لگو گے، چلو لڑکیوں اسے لے آؤ باہر، سب مہمان آ چکے ہیں، آ کر دلہن کی انٹری کرواؤ۔ اور اس کی ساری کزنیں اس کا ہاتھ تھامے موتیے کی لڑیوں والی چادر کے سائے میں اسے باہر لے کر آئیں تھیں۔ اس کے آنے سے پہلے ہی ارتضٰی اسٹیج پر بیٹھا ہوا تھا اس نے سفید رنگ کا شلوار قمیض پہنا ہوا تھا اتنی سادگی میں

ہوا تھا، اس نے سفید رنگ کا شلوار قمیض پہنا ہوا تھا، اتنی سادگی میں بھی وہ وجاہت کا پیکر لگ رہا تھا اور بڑی شان سے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ ایک لمحے کے لیے رانیل کا اسے دیکھ کر دل دھڑکا تھا مگر اگلے ہی لمحے اس کی بات یاد آتے اس نے جھرجھری سی لی تھی اور منہ بناتی اس کے برابر میں جا بیٹھی تھی۔ باری باری سب نے آکر رسم کی تھی۔ تین گھنٹے مسلسل ایک ہی پوزیشن میں بیٹھے رہنے سے اس کی کمر تختہ ہو گئی تھی۔ اس کی ساری کزنیں لڈی ڈال رہی تھیں اور

کی طرح سجی ہوئی تھی۔ اس کی ساری کزنیں لڈی ڈال رہی تھیں اور
وہ اسٹیج پر بیٹھی اپنے پاؤں کو بڑی مشکل سے کنٹرول کر رہی تھی۔ وہ
اشاروں اشاروں میں اپنی ساری کزن کو کتنی بار کہہ چکی تھی کہ کوئی
اسے بھی کھینچ کر لے جائے مگر کوئی بھی اس کی طرف دھیان نہیں
دے رہی تھی۔ تب فلزہ اس کی گھوریوں کو دیکھتے اس کے پاس آئی
تھی۔ کیا مسئلہ ہے، دلہن بن کر بھی تجھے چین نہیں ہے؟ بکواس بند
کرو، خود تو گدھوں کی طرح ناچے جا رہی ہو اور مجھے بھی لے جاؤ،

اس نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی، جسے ارتضیٰ نے بخوبی سنا

تھا۔ تھوڑی دیر بعد فلزا کے ساتھ دو تین لڑکیاں آئیں تھیں اور
زبردستی اسے کھینچ کر لے گئی تھیں۔ وہ نہ نہ کرتی رہی تھی مگر وہ
اسے کھینچ کر چلی گئی تھیں، اور اب سین یہ تھا کہ باقی لڑکیوں سے
زیادہ دلہن ناچ رہی تھی۔ نسیم بیگم نے آگے بڑھ کر اسے پکڑنا چاہا

زیادہ دلہن ناچ رہی تھی۔ نسیم بیگم نے آگے بڑھ کر اسے پکڑنا چاہا
جب زرینہ بیگم نے اسے روکا تھا۔ کیا ہو گیا ہے نسیم، کیوں ہر وقت
بچی کے پیچھے پڑی رہتی ہو؟ خوشی کا موقع ہے، سب اتنے خوش
ہیں، اسے خوش ہو لینے دو۔ مگر لوگ کیا کہیں گے؟ لوگوں کا کام ہے
باتیں کرنا، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، تمہیں بھی نہیں ہونا چاہیے،
اور اب رانیل پر زیادہ روک ٹوک مت کیا کرو، شادی ہو جائے گی
کل اس کی، اس طرح اچھا نہیں لگتا، اسے اس کی زندگی کھل کر

کل اس کی، اس طرح اچھا نہیں لگتا، اسے اس کی زندگی کھل کر
جینے دو۔ ارتضیٰ پہلے ہی اتنا غصے والا ہے، پتہ نہیں بچی کے ساتھ کیا
کرے گا۔ اور نسیم بیگم اپنی جیٹھانی کی بات سن کر مسکرائی تھی۔ اللہ
نے سچ میں ہی زرینہ بیگم کا دل بہت خوبصورت بنایا تھا، جنہیں اپنے
بیٹے سے بڑھ کر بہو کا خیال تھا۔ ایسی بات نہیں ہے، مجھے تو ارتضیٰ بڑا
ہی پیارا لگتا ہے، تھوڑا غصے والا ہے مگر دل کا بہت اچھا ہے۔ اور نسیم

ہی پیارا لگتا ہے، تھوڑا غصے والا ہے مگر دل کا بہت اچھا ہے۔ اور نسیم بیگم کی بات پر زرینہ بیگم مسکرائی تھی۔ ان کی یہی دیورانی جٹھانی کی اچھائی تھی کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے کی برائیوں کو بھی مار جن دیتی تھیں، یہی وجہ تھی کہ اس نفسا نفسی کے دور میں بھی وہ دونوں دیورانی جیٹھانی اکٹھے رہ رہی تھیں اور اس کا سارا کریڈٹ ان دونوں خواتین کو ہی جاتا تھا۔ ان دونوں کی دوستی خاندان بھر میں مثالی

تھی۔ اسلم اور اکرم دو بھائی تھے۔ اسلم صاحب کی ایک ہی اولاد
تھی، ارتضیٰ، جبکہ اکرم صاحب کے چار بچے تھے۔ بڑا بیٹا فاروق،
جس کی شادی پھپھی زاد نمل سے ہو چکی تھی۔ اس سے چھوٹی نمرہ
تھی، جس کا رشتہ اس کے پیدا ہوتے ہی اس کی نانی نے اپنے پوتے
کے لیے مانگ لیا تھا اور یوں وہ اپنے ماموں کی بہو بن چکی تھی۔ فاروق
اور نمرہ کی شادیاں ایک ساتھ ہی ہوئی تھیں۔ اس سے چھوٹی رائیل
تھی اور رائیل سے چھوٹا احمد تھا، جو کہ ابھی میٹرک میں پڑھ رہا تھا۔

تھی اور رانیل سے چھوٹا احمر تھا، جو کہ ابھی میٹرک میں پڑھ رہا تھا۔
رانیل بی ایس کر رہی تھی، اس کا تھرڈ سمسٹر شروع تھا۔ اس کی ابھی
تعلیم مکمل نہیں ہوئی تھی کہ اچانک اس کی شادی طے کر دی گئی
تھی، اس کی مرضی کے بالکل خلاف۔ رانیل اس گھر میں سب کی
لاڈلی تھی، وہ ہر وقت چہکتی رہتی تھی۔ اپنے ماں باپ سے زیادہ وہ
اپنے تایا اور تائی کی لاڈلی تھی، اور زرینہ بیگم کی تو دل سے خواہش

تھی کہ رابی کی شادی ان کے ارتضیٰ سے ہو، مگر اسلم صاحب کی
ایک فضول سی خواہش اور ضد کے پیچھے ان کا یہ ارمان رہ گیا تھا۔
مگر اللہ نے ان کا ارمان پورا کر دیا تھا اور اب وہ بہت خوش تھیں۔
چھ ماہ پہلے اسلم صاحب کے ایک دوست کا اچانک ایکسیڈنٹ ہوا تھا
اور انہوں نے نزاع کے عالم میں اسلم صاحب کو اپنی بیٹی کی ذمہ
داری سونپی تھی، اور اسلم صاحب نے وہیں ہسپتال میں ہی ارتضیٰ

اور نائمہ کا نکاح کر دیا تھا۔ رخصتی چھ ماہ بعد طے پائی تھی۔ چھ ماہ تک نائمہ اسلم صاحب کے گھر پر سب کے ساتھ رہی تھی، مگر نائمہ کے رنگ ڈھنگ ہی نرالے تھے۔ زرینہ بیگم کو تو وہ ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی، مگر ظاہر ہے اب وہ ان کی بہو تھی تو ان کو برداشت تو کرنا ہی تھا۔ انہوں نے ایک دوبارا اسلم صاحب کو باتوں باتوں میں بتایا تھا مگر اسلم صاحب نے ان کو ٹوک دیا تھا۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے زرینہ، تمہارا وہم ہے، تم اسے پسند نہیں کرتی اور اب بچی پر الزام لگا رہی

تمہارا اولاد ہے، تم اسے پسند نہیں کرتی اور اب پی پر الزام لگا رہی ہو۔ میں الزام نہیں لگا رہی اسلم صاحب، میں نے خود اسے دیکھا ہے، ٹیرس پر کھڑے ہو کر اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتے، یہ شریفوں کا محلہ ہے جہاں سب لوگ ہمارا اتنا احترام کرتے ہیں، اب لوگ باہر باتیں کرنے لگے ہیں کہ اسلم صاحب کی بہو... چپ کر جاؤ زرینہ، انہوں نے بیگم کی بات مکمل نہیں ہونے دی تھی۔ مجھے چپ کروا لیں گے لیکن لوگوں کا کیا

لیں گے لیکن لوگوں کا کیا کہیں گے۔ خیر آپ میری پہلے کب سنتے ہیں، وہ اٹھ کر چلی گئی تھی۔ شادی کی تاریخ رکھی جا چکی تھی، سب بہت خوش تھے مگر ارتضیٰ حیدر کے ماتھے کے بل ابھی تک غائب نہیں ہوئے تھے۔ تائی امی، ارتضیٰ لالا کی شادی ہے اور شادی پر سب اتنے خوش ہوتے ہیں مگر ان کے ماتھے پر ابھی بھی اتنے ہی بل ہیں، میں نے آج صبح گنے ہیں، وہ کچن میں ماما اور تائی امی کے پاس

کھڑی ان کا سر کھا رہی تھی۔ بد تمیزی نہیں کرو رابیل، وہ بڑے ہیں تم سے، رابیل کی ماں نے ٹوکا تھا۔ لو وہ بڑے ہیں تو میں نے ان کو کیا کہہ دیا، میں بس یہی کہہ رہی تھی کہ وہ خوش کیوں نہیں ہیں، میری شادی ہوتی میں تو خوشی سے ناچتی پھرتی۔ بس بیٹا دعا کرو اللہ میرے بیٹے کے نصیب اچھے کرے۔ مگر تائی امی یہ بات تو بیٹیوں کے لیے بولی جاتی ہے نا؟ بیٹا اب یہ بات بیٹوں کے لیے بھی بولی جاتی ہے، نسیم

بیگم نے بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔ بس اللہ میرے
بیٹے کے حال پر رحم کرے، تائی امی نے ٹھنڈی آہ بھری تھی۔ مجھے

آپ کی باتیں سمجھ نہیں آرہیں۔ تمہیں سمجھ آئیں گی بھی نہیں، چلو
جاؤ تم، کام کرو اپنا، نکلو یہاں سے، نسیم بیگم نے اسے کچن سے نکال
دیا تھا۔ زرینہ بیگم بیٹے کے لیے دودھ کا گلاس لے کر آئی تھی مگر وہ

دیا تھا۔ زرینہ بیگم بیٹے کے لیے دودھ کا گلاس لے کر آئی تھی مگر وہ کمرے میں نہیں تھا، انہوں نے باہر نکل کر ٹیرس پر دیکھا تو وہ وہاں کھڑا دکھائی دیا تھا۔ ارتضیٰ، یہاں کیوں کھڑے ہو، اتنی رات ہو گئی، بیٹا تم سوئے نہیں، تم تو جلدی سو جاتے ہو۔ جی، بس سونے والا تھا، وہ ان کے ہاتھ سے گلاس لے کر کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ ارتضیٰ؟؟ جی مما، وہ رک گیا تھا۔ بیٹا، کیا تم خوش نہیں ہو؟ کس بات

ارتضیٰ؟؟ جی مما، وہ رک گیا تھا۔ بیٹا، کیا تم خوش نہیں ہو؟ کس بات پر؟ وہ حیرت سے بولا تھا۔ ارے بیٹا، تمہاری شادی ہے، تاریخ رکھی جا چکی ہے، خاندان بھر میں کارڈز بٹ چکے ہیں، مگر تمہارے چہرے پر مجھے شادی کی کوئی خوشی نظر ہی نہیں آ رہی۔ مما، میں خوش ہوں، آپ خوش ہیں، بابا خوش ہیں، تو بس میں بھی خوش ہوں۔ میں خوش نہیں ہوں ارتضیٰ، کیونکہ تم خوش نہیں ہو۔۔۔ وہ آگے پیچھے چلتے ہوئے کمرے میں آئے تھے۔ بابا کی خواہش تھی، اب ہم کیا کہ

نہیں ہوں ارتضیٰ، کیونکہ تم خوش نہیں ہو۔۔۔ وہ آگے پیچھے چلتے ہوئے کمرے میں آئے تھے۔ بابا کی خواہش تھی، اب ہم کیا کہہ سکتے ہیں، وہ لڑکی بالکل بھی ہمارے خاندان میں سوٹ نہیں کرتی، پتہ نہیں تمہارے بابا کو کچھ دکھائی کیوں نہیں دیتا۔ چھوڑیں، آپ

اس بات کی ٹینشن نہ لیں، آپ بتائیں، آپ نے شاپنگ کی، آپ کے اکلوتے بیٹے کی شادی ہے، خوب شاپنگ کیجیے گا، اور ایک بات،

کے اکلوتے بیٹے کی شادی ہے، خوب شاپنگ کیجیے گا، اور ایک بات، سب سے زیادہ پیاری میری مما لگنی چاہیے ہر فنکشن پر، ٹھیک ہے؟ ارتضیٰ، مسکے لگانے تو کوئی تم سے سیکھے۔ اچھا ٹھیک ہے، جلدی سو جاؤ، ورنہ پھر صبح جم کے لیے اٹھنے سے لیٹ ہو جاؤ گے۔ جی مما، بس میں سونے ہی والا ہوں، گڈ نائٹ۔ وہ کمرے سے نکلی تھی مگر آج ان کا دل بہت اداس تھا، بیٹے کی شادی کی خوشی تو تھی مگر دوسری

ان کا دل بہت اداس تھا بیٹے کی شادی کی خوشی تو تھی مگر دوسری
طرف بیٹے کی آنکھوں میں اداسی صاف نظر آتی تھی۔ ارتضیٰ اس
گھر کا بڑا بیٹا تھا، باقی بچوں کی طرح اس کی طبیعت میں بچپن سے ہی
لاابالی پن نہیں تھا، وہ سنجیدہ طبیعت کا، نفیس، سلجھی ہوئی طبیعت کا
مالک تھا، ہر کام وقت پر کرنے والا، بلا کا ذہین تھا وہ، اور اس کی ذہانت
ہی تھی کہ اس نے ہمیشہ ہر کلاس میں ٹاپ کیا تھا، خاندان بھر میں
وہ ٹاپر کے نام سے مشہور تھا، خوبرو اور سنجیدہ مزاج کا تھا مگر اپنے

وہ ٹاپر کے نام سے مشہور تھا، خوبرو اور سنجیدہ مزاج کا تھا مگر اپنے سارے کزنز سے اس کی اچھی خاصی دوستی تھی، سوائے رابیل کے۔ رابیل کی الٹی سیدھی حرکتوں پر وہ اکثر اسے ڈانٹ دیتا تھا، اور رابیل نے اس سے اللہ واسطے کا بیر لگا لیا تھا، وہ اس کی ذرا سی ڈانٹ

کو بھی سر پر سوار کر لیتی تھی اور خوب بڑھا چڑھا کر تایا ابو کو بتاتی اور پھر ارتضیٰ کو ڈانٹ پڑواتی، اور اگلی بار پھر ارتضیٰ اس کی الٹی حرکتوں

پھر ارتضیٰ کو ڈانٹ پڑواتی، اور اگلی بار پھر ارتضیٰ اس کی الٹی حرکتوں
پر اسے ٹوک دیتا تھا۔ وہ رات کافی دیر تک جاگتا رہا تھا، اس وجہ سے
صبح لیٹ آنکھ کھلی تھی، نماز قضا ہو چکی تھی اور اب وہ جم بھی نہیں
جا سکتا تھا کیونکہ نو بج چکے تھے، اس لیے وہ فریش ہو کر باہر آیا تھا۔
سب لوگ ہی ناشتے کی ٹیبل پر اس کا انتظار کر رہے تھے۔ ارتضیٰ
بیٹا، نائمہ کو بھی بلا لاؤ، وہ بھی نہیں آئی، اسلم نے اسے اکیلے دیکھ کر

بیٹا، نائمہ کو بھی بلا لاؤ، وہ بھی نہیں آئی، اسلم نے اسے اکیلے دیکھ کر
مخاطب کیا تھا۔ رانیل، جاؤ نائمہ کو بلا کر لاؤ، سنجیدگی سے رانیل کو
مخاطب کرتا کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔ اسلم صاحب نے بیٹے کو
گھورا تھا مگر اس نے باپ کی گھور کو ہمیشہ کی طرح نظر انداز کیا تھا۔
رانیل اٹھ کر نائمہ کے کمرے میں گئی تھی مگر وہ وہاں پر نہیں تھی،
اس نے پورا گھر دیکھا تھا، پھر وہ واپس آ گئی تھی۔ تائی امی، بھابھی تو
کمرے میں نہیں ہے۔ کمرے میں نہیں ہے؟ کہاں گئی؟ مانو، مانو،

کمرے میں نہیں ہے۔ کمرے میں نہیں ہے؟ کہاں گئی؟ بانو، بانو، زرینہ بیگم نے کچن میں کھڑی ملازمہ کو آواز دی تھی۔ جاؤ جا کر نائمہ کو دیکھو کہاں چلی گئی ہے۔ سب لوگ ناشتہ کر رہے تھے جب تقریباً 5 منٹ بعد وہ واپس آئی تھی، وہ ہانپ رہی تھی۔ بیگم صاحبہ، میں نے پورا گھر دیکھ لیا، وہ کہیں بھی نہیں ہے، اس کے بعد میں نے ان کا کمرہ دیکھا تو۔۔۔ کمرہ دیکھا تو کیا؟؟؟ تو یہ کہ ان کے کمرے

ان کا کمرہ دیکھا تو۔۔۔ کمرہ دیکھا تو کیا؟؟؟ تو یہ کہ ان کے کمرے میں ان کا سامان غائب ہے اور وہ گھر پر نہیں ہے۔ کیا؟ سب لوگوں کو جھٹکا لگا۔ زرینہ بیگم جلدی اس کے کمرے کی طرف بڑھی تھی اور اس کے وارڈروب دیکھی تھی، وہاں پر سب کچھ غائب تھا، انہوں نے جو رابیل کو تحفے میں جیولری دی تھی وہ بھی وہاں پر موجود نہیں تھی۔ اسلم صاحب، خس کم جہاں پاک، آپ کی بہو بھاگ چکی ہے، زرینہ بیگم بجائے پریشان ہونے کے

آپ کی بہو بھاگ چکی ہے، زرینہ بیگم بجائے پریشان ہونے کے
خوش ہو رہی تھی، اور اسلم صاحب کو تو جیسے دن میں تارے نظر
آگئے تھے۔ سب نے کتنا ان کو سمجھایا تھا مگر دوست کی محبت میں
انہوں نے کسی کی بات نہیں سنی تھی، اور اب ان کو اس کا صلہ
مل رہا تھا۔ اسلم اور اکرم صاحب نے مل کر زمین آسمان ایک
کر دیا تھا مگر نائمہ کا کہیں سے نام و نشان نہیں ملا تھا۔ دونوں بھائی
بھاگ دوڑ کر رہے تھے مگر ارتضیٰ اتنا ہی تحمل کا مظاہرہ کر رہا تھا

بھاگ دوڑ کر رہے تھے مگر ارتضیٰ اتنا ہی تحمل کا مظاہرہ کر رہا تھا
کہ جیسے اس کے سر کا بوجھ اتر گیا تھا۔ وہ دونوں ماں بیٹا ہی آج کل
بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ پندرہ دن ایسے ہی گزر گئے تھے،

شادی میں محض ایک ہفتہ رہ گیا تھا۔ مگر ابھی تک نائمہ نہیں ملی
تھی، خاندان میں یہ بات سب سے چھپائی گئی تھی، سوائے اکرم
صاحب کی بہن آسیہ کے اور کسی کو نہیں پتہ تھا۔ مجھے تو سمجھ

نہیں آرہی میں کیا کروں گا، اس لڑکی کو زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا، شادی میں اتنے کم دن رہ گئے ہیں اور میں لوگوں میں کیا جواب دوں گا، اسلم صاحب پریشان تھے۔ اکرم، اگر تمہیں برا نہ لگے تو ایک بات کہوں؟ جی بھائی صاحب، بولیے۔ تم رابیل کو میری بیٹی بنا دو۔ وہ دونوں بھائی اس وقت آفس میں موجود تھے۔ بھائی صاحب، آپ بڑے ہیں، آپ کا جو فیصلہ ہو گا مجھے

منظور ہے، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تو بس پھر ٹھیک ہے،
ہم مقررہ تاریخ پر ہی شادی کریں گے رابیل کے ساتھ، تمہیں
کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟ نہیں، مجھے کیا اعتراض ہو گا، تم نسیم
سے اور رابیل سے پوچھ لو۔ کیسی باتیں کرتے ہیں بھائی صاحب،
پہلے آپ کا حکم کس نے ٹالا ہے جو اب ٹالیں گے، آپ نے جو
کہہ دیا بس پتھر پر لکیر سمجھیے۔ مجھے تم سے یہی امید تھی اکرم،

اللہ میرے خاندان کو ہمیشہ سلامت رکھے۔رات کو آکر سب

بڑوں نے بیٹھ کر خفیہ میٹنگ کی تھی اور رانیل کا رشتہ ارتضیٰ

کے ساتھ طے کر دیا گیا تھا مگر رانیل سے ابھی یہ بات چھپائی گئی

تھی۔زرینہ بیگم جو پہلے ٹھنڈی ہو کر بیٹھی تھی،اب تو انہوں نے

خزانے کے منہ کھول دیے تھے،وہ رابی کو ساتھ لے گئی تھی اور

اسے تینوں فنکشن کے جوڑے سلیکٹ کروائے تھے۔رانیل

حیران تھی، جب دلہن ہی غائب تھی تو وہ شادی کی شاپنگ کیوں کر رہے تھے، مگر رابیل نے کسی سے پوچھا نہیں تھا، شاپنگ کے لیے وہ اتنی ایکسائٹڈ تھی کہ اس بارے میں اس نے سوچا تک ہی نہیں تھا۔ ساری شاپنگ مکمل ہو چکی تھی، بری کے جوڑے بھی انہوں نے رابیل سے ہی پسند کروائے تھے، اس دن انہوں نے ساری شاپنگ مکمل کر لی تھی۔ مگر تائی امی، مجھے ایک بات سمجھ

نہیں آ رہی، کیا ناعمہ بھابھی مل گئی؟ ارے نام نہ لو بدکردار لڑکی
کا۔ تو پھر آپ یہ ساری شاپنگ کیوں کر رہی ہیں؟ ارتضیٰ بھائی کی
شادی کس سے ہوگی؟ وہ اس وقت دونوں زرینہ بیگم کے کمرے
میں موجود تھیں۔ نسیم بیگم اور زرینہ ایک دوسرے کی طرف
دیکھ کر مسکرائی تھیں۔ ارتضیٰ کی شادی ہماری اس پیاری سی
رابیل سے ہوگی۔ اور رابیل حیرت سے کبھی ماں کو دیکھتی، کبھی

امی مذاق نہیں کر رہی، تمہارے تایا ابو نے تمہارا رشتہ ارتضیٰ
کے لیے مانگا تھا اور ہم نے ہاں کر دی، اور یہ ساری شاپنگ ہم
تمہارے لیے ہی کر رہے تھے، اس لیے اب کوئی نخرا نہیں چلے
گا۔ تب ہی ہارن بجا تھا اور گھر کے سب مرد آفس سے واپس
لوٹ آئے تھے۔ چلو اٹھو، تمہارے بابا آئے ہیں، ان کے لیے
جا کر بانو کے ساتھ کھانا لگاؤ ٹیبل پر۔ اور وہ چپ چاپ کچن میں آ
کر کھڑی ہو گئی تھی، مگر وہ صدمے کی حالت میں ابھی تک تھی۔

بانو کو اس کی حالت دیکھ کر پریشانی ہوئی تھی۔ کیا ہوا رانی بی بی، آپ ٹھیک ہیں؟ ہمم، میں ٹھیک ہوں، اس کے ہاتھ سے لے کر گلاس پانی کا منہ کو لگایا تھا، اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ رانی بی بی، مجھے آپ ٹھیک نہیں لگ رہی، آئیں میں آپ کو کمرے میں چھوڑ آتی ہوں۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑے اسے کمرے میں لے گئی تھی اور وہ اس کے ساتھ چپ چاپ چلتی جا رہی تھی۔ وہ کھانے کی ٹیبل پر بھی نہیں آئی تھی، اس کا کھانا لے کر تائی امی اس کے

پاس گئی تھی۔ رابیل بیٹا، کیا ہوا، تم کھانا کیوں نہیں کھا رہی؟ وہ
بس تائی امی ایسے ہی، میں وہ تھک گئی تھی، شاپنگ پر سارا دن، تو
اس لیے۔ دیکھو، میں تمہارے لیے خود کھانا نکال کر لائی ہوں۔
یہ انہوں نے نوالہ بنا کے اس کے منہ کی طرف کیا تھا اور اس کی
آنکھیں بھر آئی تھیں۔ اس نے چپ چاپ تائی امی کے سامنے
بیٹھ کر کھانا کھا لیا تھا۔ مجھے نیند آ رہی ہے، میں سونا چاہتی ہوں۔

بیٹھ کر کھانا کھالیا تھا۔مجھے نیند آرہی ہے، میں سونا چاہتی ہوں۔۔

وہ اس وقت کسی سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔اس کا دل چاہ رہا تھا وہ اپنی ماں سے جاکر بات کرے مگر نسیم بیگم جانتی تھی،وہ خود اس کے سامنے آنے سے بھی کترا رہی تھی۔مہمان آنا شروع ہوگئے تھے مگر اسے ابھی تک موقع نہیں مل رہا تھا ماں سے بات کرنے کا،اور اس وقت جب اسے موقع ملا تو وہ جن نازل ہوگیا تھا، اس کی بات کو کوئی اہمیت ہی نہیں دے رہا تھا۔اسے سب سے

اس کی بات کو کوئی اہمیت ہی نہیں دے رہا تھا۔ اسے سب سے زیادہ غصہ اس بات کا تھا، اور اوپر سے اس کی شادی، اس خاندان کے سب سے کھڑوس لڑکے سے ہو رہی تھی۔ یہ تم ابھی تک ایسے ہی بیٹھی ہو؟ مہندی کا فنکشن ختم ہو گیا تھا، رات کے تقریباً دو بج رہے تھے جب لڑکیاں اسے کمرے میں لے کر آئی تھیں۔

آج اس کی ساری کزنز اس کے پاس ہی سونے والی تھیں۔ فلزا جو

اس کی جیولری اتار رہی تھی، اس کے خراب موڈ کو دیکھتے سوال
پوچھا تھا۔ تمہیں تو جیسے پتہ نہیں ہے نا، خود تو ساری مزے کر
رہی ہو، مجھے لا کر بٹھا دیا اس جنگلی کی دلہن بنا کر۔ بکواس بند کرو،
نمرا آپی نے اس کی کمر میں دھموکہ جڑا تھا۔ آپ لوگوں کو بھی
مجھ پر ترس نہیں آتا۔ ارے ارتضیٰ میں کیا کمی ہے، اتنا اچھا لڑکا
ہے، نمل نے بھی اسے ڈانٹا تھا۔ ہاں آپ کو تو اچھا لگے گا، ان

ہے، کس نے بھی آکے ڈانٹا تھا۔ ہاں آپ کو تو اچھا لگے گا، ان
کے ساتھ آپ کی شادی نہیں ہو رہی، آپ تو بچ گئی۔ بکواس بند
کرو، اور اب تمہاری آواز نہ آئے، چلو تم سب جا کر سو جاؤ، سب
لڑکیوں کو آپی نے گھر کا تھا اور ان کو سونے کی تاکید کرتی وہ خود
باہر چلی گئی تھی۔ اچھا یار، اب جو ہونا تھا ہو گیا، یہ بڑوں کا فیصلہ
ہے، ہم تھوڑی نہ بدل سکتے ہیں، شادی ایک بار ہوتی ہے، خوب
انجوائے کرو، بعد میں دیکھیں گے ارتضیٰ بھائی کا کیا کرنا ہے، اور

انجوائے کرو، بعد میں دیکھیں گے ارتضٰی بھائی کا کیا کرنا ہے، اور

میں تمہیں بتاؤں گی کہ ارتضٰی بھائی کی کیسے ناک میں دم کر کے

رکھنا ہے، پکا؟ اس نے فلزا کے سامنے ہتھیلی پھیلائی تھی۔ پکا، فلزا

نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا تھا اور باقی ساری کزنیں ہنسنے لگی تھیں

ان دونوں کے پلان سن کر، مگر جو بھی تھا کافی حد تک فلزا اس کا

موڈ بہتر کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ اور پھر وہ وقت بھی آ گیا

تھا جب رابیل کو ارتضٰی حیدر کے لیے قبول ہے کہنا تھا۔ رابیل

تھا جب رائیل کو ارسلی حیدر کے لیے قبول ہے کہنا تھا۔ رائیل
کے تو ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے تھے، ایک طرف اس کے تائی
امی بیٹھی تھیں جبکہ دوسری طرف اس کا بڑا بھائی فاروق بیٹھا تھا۔
جواب دو بیٹا، انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ وہ بہت مشکل
سے آواز نکال پائی تھی، "قبول ہے"۔ نکاح ہو گیا تھا، ان دونوں
کو لا کر اسٹیج پر ایک ساتھ بٹھا دیا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد رخصتی
بھی ہو گئی تھی اور وہ رخصت ہو کر واپس اسی گھر میں آ گئی تھی

مگر کمرہ چلینج تھا۔ رسموں کی ادائیگی کے بعد اسے نمل آپی اور تائی امی کمرے میں چھوڑنے آئی تھیں۔ نمل کافی دیر تک اسے سمجھاتی رہی تھی۔ زرینہ بیگم نے ارتضیٰ کو کمرے میں بھیجا تھا اور ارتضیٰ جب کمرے میں آیا تو نمل اٹھ کر چلی گئی تھی، اور ارتضیٰ کو سامنے دیکھ کر رابیل کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے تھے۔ مہرون کلر کے بھاری لہنگے میں اس کی دودھیا رنگت دمک

رہی تھی، وہ آج بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ وہ ہمیشہ اوٹ پٹانگ
سے حلیے میں رہتی تھی اور اب اپنی شادی پر وہ شاید زندگی میں
پہلی بار اتنا تیار ہوئی تھی۔ ارتضیٰ کے لیے بھی اس کا یہ روپ نرالا
تھا۔ ارتضیٰ اس کے پاس آنے کے بجائے واش روم چلا گیا تھا،
چینج کر کے وہ واپس آیا تھا تو اس کے ہاتھ میں ایک کالے رنگ
کی مخمل کی ڈبیا تھی۔ وہ اس کے سامنے بیڈ پر اس کے قریب بیٹھ

ہونا؟ اس نے اس کی گم صم حالت پر چوٹ کی تھی، جس پر رابی نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔ ارتضیٰ نے وہ ڈبیا اوپن کی تھی، اس میں ایک ڈائمنڈ کی انگوٹھی تھی، اسے نکال کر اس کے ہاتھ میں پہنانے والا تھا جب اس نے ہاتھ واپس کھینچا تھا۔ جبکہ آپ نے یہ انگوٹھی؟؟ کیا مطلب، کب لی؟؟؟ اس کا سوال اچھا نہیں لگا تھا۔ میں پوچھ رہی ہوں یہ آپ نے انگوٹھی کب خریدی؟ یہ انگوٹھی

پس منظر سمجھ گیا تھا۔ اگر آپ نے یہ انگوٹھی نائمہ کے لیے لی ہے تو میں بالکل بھی اسے پہننے والی نہیں ہوں۔ نائمہ کے شوہر سے شادی کر لی، اس کے لیے خریدی ہوئی انگوٹھی کیوں نہیں پہننی

تم نے؟ ارتضیٰ حیدر نے وہ انگوٹھی زبردستی اس کی انگلی میں پہنا دی تھی اور خبردار جو اب یہ انگوٹھی تمہاری انگلی سے اتری، وہ

غصے سے اسے بولتا پیچھے ہوا تھا۔ اپ جیسے جنگلی سے مجھے بات ہی نہیں کرنی، وہ لہنگا سنبھالتی بیڈ سے اترنے لگی تھی جب اس نے اس کا بازو پکڑ کر اسے روکا تھا۔ پہلے تم جتنی بد تمیزیاں کرتی تھی میں سہہ لیتا تھا مگر اب میں یہ لہجہ برداشت نہیں کروں گا۔ کیوں آپ کیوں برداشت نہیں کریں گے، آپ میرے مالک بن گئے ہیں اس لیے؟ اور آپ میرے مالک نہیں ہیں، سمجھے آپ، شوہر

ہیں تو شوہر بن کر ہی رہیں، زیادہ چوں چراں کی نا تو ابھی تائی امی کو

جا کر بتادوں گی۔ وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ بہت مشکل سے اپنی

بات مکمل کرتی ڈریسنگ کے سامنے جا کے کھڑی ہوئی تھی اور

ایک ایک کر کے وہ ساری جیولری اتار گئی تھی۔ وہ ارتضیٰ کی دی

ہوئی انگوٹھی اتارنے لگی تھی مگر پھر وہ رک گئی تھی، اس جنگلی کا

کیا پتہ وہ اس کی انگلی ہی کاٹ دیتا، پہلے بھی وہ نائمہ کی بوٹیاں کر چکا

تھا، دل میں سوچتی اسے جھرجھری سی آئی تھی۔ ارتضیٰ کافی دیر

بیڈ کے کنارے بیٹھا اسے دیکھتا رہا پھر چلتا ہوا اس کے پیچھے آ کھڑا

ہوا تھا۔ رابیل نے اس کی موجودگی کو نظر انداز کرتے ہوئے

اپنا کام جاری رکھا تھا۔ اب رو کیوں رہی ہو؟ اتنی بد تمیزی تم نے

میرے ساتھ کی، اور آپ نے جو بد تمیزی کی وہ؟؟؟ اچھا چھوڑو،

ادھر دیکھو میری طرف، اس نے اس کا رخ اپنی طرف موڑا تھا اور

اس کے گالوں سے آنسو صاف کیے تھے۔ تمہیں میں اتنا برا کیوں لگتا ہوں؟ وہ آج رابیل سے لڑنا نہیں چاہتا تھا مگر بلاوجہ ہی اس کی باتوں پر اسے غصہ آ رہا تھا، عجیب پاگل لڑکی تھی۔ مجھے بہت نیند آ رہی ہے، میں سونا چاہتی ہوں، اس کا جواب نظر انداز کرتی بولی تھی۔ اچھا ٹھیک ہے، سو جاؤ۔ ایسے تھوڑی نہ سو سکوں گی، پہلے یہ بھاری لباس مجھے تبدیل کرنا ہو گا۔ ہاں تو کر لو، وہ کوفت زدہ سا اسے

جواب دے گیا تھا۔ وہ رخ موڑتی ڈریسنگ کے سامنے کھڑے ہو
کر پنز اتارنے لگی تھی مگر اتنی زیادہ پنز تھیں کہ اس سے اتر ہی نہیں
رہی تھیں، اوپر سے بیوٹیشن نے اس کے لہنگے پر جو ٹانکے لگا دیے
تھے وہ انہیں دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔ اب ان کا کیا کروں؟ وہ خود
سے مخاطب ہوتی کافی اونچا بڑبڑا گئی تھی۔ کیا ہوا ہے؟ وہ بیڈ سے
اٹھ کر اس کے دوبارہ قریب آیا تھا۔ نہیں نہیں، وہ کچھ بھی نہیں،

وہ انکار کرتی تھی، اس کا احسان نہیں لینا چاہتی تھی۔ دکھاؤ مجھے، وہ جہاں پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی ارتضیٰ نے دیکھا تھا، وہ بیوٹیشن نے یہاں پر ٹانکے لگا دیے تھے اور اب میرے پاس تو کوئی کینچی بھی نہیں ہے۔ ارتضیٰ نے اس کا دوپٹہ پکڑ کر کھینچا تھا، ذرا سا کھینچنے سے وہ ٹانکے اکھڑ گئے تھے، اس نے اس کی باقی پنز نکال کر دوپٹہ بھی نکال دیا تھا۔ بس بس، میں اب کر لوں گی، اس کے ہاتھ سے دوپٹہ لے کے واش روم بھاگی تھی۔ اس کے چہرے کا لال ہوتا

رنگ دیکھ کر وہ مسکرایا تھا۔ آدھے پونے گھنٹے بعد وہ باہر نکلی تھی، تب تک وہ سوچکا تھا۔ رابیل نے شکرادا کیا تھا اور وہ آہستہ سے اس کے برابر میں آکر لیٹ گئی تھی۔ صبح ان کا ولیمہ تھا۔ ولیمے میں اس نے پسٹل گرین کلر کی بھاری کامدار میکسی پہنی ہوئی تھی اور وہ ارتضیٰ حیدر کو اپنے سیدھا دل میں اترتے ہوئے محسوس ہو رہی تھی۔ ولیمے کے بعد وہ سیدھا اپنے کمرے میں چلی گئی تھی کیونکہ

کمرے میں آتے ہی وہ چینج کر کے گہری نیند سو چکی تھی۔ ارتضیٰ بھی اپنے کمرے میں موجود تھا، رات کافی بیت گئی تھی مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی، بار بار رابیل کا سجا ہوا روپ اس کی آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا، کل تو اس نے جیسے تیسے خود پر کنٹرول کر لیا مگر آج وہ خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ اسے پیاس لگی تھی، وہ کمرے سے باہر آیا تھا، رابیل کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا

تھی، وہ کمرے سے باہر آیا تھا، رابیل کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ بنا سوچے سمجھے اس کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ سامنے ہی رابیل بے سدھ اپنے بیڈ پر آڑی ترچھی سو رہی تھی، کمرے کی ہلکی روشنی میں اس کی دودھیا رنگت دمک رہی تھی۔ نہ جانے اس کے دل میں کیا آیا تھا کہ اس نے جھک کر اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھے تھے۔ وہ نیند میں ہلکی سی کسمسائی تھی، وہ فوراً سیدھا ہوا تھا اور کتنی دیر تک وہ اسے یک ٹک دیکھتا رہا تھا۔ رابیل گہری نیند

تھا اور کتنی دیر تک وہ اسے یک ٹک دیکھتا رہا تھا۔ رانیل گہری نیند میں تھی اس لیے اسے اس کی موجودگی کا احساس نہیں ہوا تھا۔ وہ دل کو ڈپٹتا ہوا کمرے سے نکل آیا تھا۔ ارتضیٰ کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ لڑکی اسے پاگل کر دے گی۔۔۔ بچپن سے اپنی ماں کے منہ سے وہ کتنی بار اس کا رانیل کے ساتھ رشتے کی بابت سن چکا تھا، دل میں کہیں نہ کہیں اس کے لیے وہ جذبات رکھتا تھا مگر ابھی وہ خود بھی اس سے انجان تھا۔ اگلی صبح سب ناشتے پر موجود تھے وہ نکل

اس سے انجان تھا۔ اگلی صبح سب ناشتے پر موجود تھے۔ وہ پنک کلر

کے نائٹ ٹراؤزر شرٹ پہنے لٹھ مار انداز میں آکر ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھی تھی۔ نسیم بیگم نے گھور کر بیٹی کو دیکھا تھا۔ مما، ناشتہ دے دیں پلیز، بیٹھتے ہوئے ہمیشہ کی طرح ماں کو مخاطب کر گئی تھی۔

زرینہ بیگم نے اس کی پلیٹ میں پراٹھا رکھا تھا۔ تھینک یو تائی امی، وہ مسکراتے ہوئے پراٹھے کا نوالا توڑ کر کھانے لگی تھی۔ ارتضیٰ کو وہ

راتے ہوئے پراٹھے کا نوالا توڑ کر کھانے لگی۔ ارتضیٰ تو وہ
یکسر فراموش کر چکی تھی، ارتضیٰ کو تو لگا تھا شاید وہ یہ بھی بھول چکی
ہے کہ اس کی شادی ارتضیٰ سے ہو چکی ہے، اس کا انداز تو کچھ ایسا
ہی تھا۔ ٹھیک ہے بابا، میں چلتا ہوں آفس، وہ گلا کھنکھارتے کھڑا
ہوا تھا، مقصد اس لاپرواہ سی لڑکی کو سنانا تھا جو ناشتہ کرنے میں ایسے
مصروف تھی جیسے دنیا جہان کا سب سے ضروری کام یہی ہو۔ ارے
تم کہاں جا رہے ہو ارتضیٰ، کل تمہارا ولیمہ تھا اور آج آفس جا رہے

تم کہاں جا رہے ہو ارے بھئی، کل تمہارا ولیمہ تھا اور آج کہاں جا رہے ہو؟ زرینہ نے بیٹے کو ڈانٹا تھا۔ ارے ممما، کام بھی تو کرنا ہے، ولیمہ ہو گیا، اب آج سے پریکٹیکل لائف شروع ہے۔ بکواس مت کرو، کوئی ضرورت نہیں ہے جانے کی، شام میں تمہاری پھپھو کی طرف دعوت ہے۔ ماما، شام کو جانا ہے، سارا دن یہاں پر کیا کروں گا؟ میں جا رہا ہوں، آؤ فاروق، وہ فاروق کے ساتھ جا چکا تھا۔ بھابھی صحیح تو

کہہ رہا ہے، اسے جانے دیں، کام بھی تو کرنا ہے اور ویسے بھی سارا
دن وہ کیا کرے گا؟ اسے دیکھو، یہ دونوں ہی ایسے ہیں، دونوں کو
دیکھ کر لگ رہا ہے کل ان کی شادی ہوئی ہے، زرینہ بیگم نے دونوں
کو یہ گھر کا تھا۔ مرد آفس کے لیے نکل چکے تھے، اس وقت ٹیبل پر
صرف نمل، زرینہ اور نسیم بیگم موجود تھیں۔ رابیل، یہ کیا ہے؟
کیا ماما؟ نسیم بیگم کے گھورنے پر وہ حیرت سے ادھر ادھر دیکھنے لگی

تھی۔ یہ تم کس حالت میں باہر آئی ہو؟ کل تمہاری شادی ہوئی،
لگ رہا ہے تمہیں ایک دن کی دلہن ہو؟ ماما، شادی ہوئی تو کیا کروں،
اب لہنگا پہن کر آجاتی؟ بیٹا، ذرا رنگ ڈھنگ سیکھو، اب پہلے والی
بات نہیں رہی۔ کیوں پہلے والی بات کیوں نہیں رہی؟ اسی گھر میں
رہ رہی ہوں، اسی کمرے میں سو کر اٹھی ہوں، آپ کو مجھ سے مسئلہ
کیا ہے؟ وہ چڑ گئی تھی۔ ارے نسیم، کیا ہو گیا تمہیں، میں نے کہانا

کیا ہے! وہ پڑی تھی۔ ارے ...یم، کیا ہو گیا ہے؟ نہیں، میں نے کہا تھا

میری بیٹی کو ڈانٹا مت کرو، اور رابیل جیسے تمہارا دل کرے تم ویسے رہو، جیسے پہلے تم رہتی ہو، بالکل ویسے رہو، کوئی ضرورت نہیں ہے خود کو بدلنے کی۔ ہاں ہاں بھابھی، آپ اسے مزید سر پر چڑھائیں، پہلے یہ کم بگڑی ہوئی ہے۔ تائی امی دیکھیں نا، وہ معصوم سی صورت بنائی ان کی طرف ہوئی تھی۔ ارے میرا بچہ، تم آؤ میرے ساتھ

بیٹھ کر ٹی وی دیکھتے ہیں، ٹی وی پر پروگرام آنے والا ہے نا۔ہاں ٹھیک ہے، وہ بیٹھ کر تائی امی کے ساتھ ٹی وی دیکھنے لگ گئی تھی۔

شام میں ان کی آسیہ بیگم کی طرف دعوت تھی تو سب لوگ تیار ہو کر وہاں چلے گئے تھے، اور دعوت پر جانے سے پہلے نسیم رابیل کے پاس آئی تھی اور اسے خود سے کافی بھاری جوڑا دیا تھا پہننے کے لیے۔

رابیل اتنے بھاری جوڑے کو دیکھ کر ہچکچا رہی تھی مگر نسیم بیگم کی گھوریوں کو دیکھتے ہوئے اسے وہ لباس پہننا ہی پڑا تھا۔ریڈ کلر کا

ھوریوں کو دیکھتے ہوئے اسے وہ لباس پہننا ہی پڑا تھا۔ ریڈ کلر کا وہ بھاری شلوار قمیض، ریڈ ہی دوپٹے کے ساتھ وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ زرینہ بیگم نے اسے بڑے بڑے ریڈ کلر کے جھمکے دیے تھے، ساتھ اس نے جیولری کے نام پر بس جھمکے پہنے تھے، پہلے ہی اتنا بھاری لباس پہنا تھا اس نے اور کچھ نہیں پہنا تھا۔ سب لوگ ہی جا چکے تھے جب وہ باہر آئی تو اس گھر میں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ یہ سب لوگ کہاں گئے؟ وہ حیران سی سب کے کمروں میں

تھا۔ یہ سب لوگ کہاں گئے۔ وہ حیران سی سب کے کمروں میں جا کے جھانک رہی تھی۔ سب لوگ چلے گئے ہیں، تم نے میرے ساتھ جانا ہے، تبھی ارتضیٰ سیڑھیوں سے آیا تھا اور اسے تانکا جھانکی کرتے دیکھ کر بولا تھا۔ اف، کتنا اچھا تیار ہوئی تھی، جلاد کے ساتھ جانا پڑے گا، سوچا تھا گاڑی میں بیٹھ کر ویڈیو بناؤں گی، خوب ریلز اپلوڈ کروں گی، اب تو سارا کچھ ہی گیا، وہ تو کمرے میں بھی کوئی تصویر نہیں بنا پائی تھی، اسے سب سے زیادہ دکھ اسی بات کا تھا۔ کیا

تصویر نہیں بنا پائی تھی، اسے سب سے زیادہ دکھ اسی بات کا تھا۔ کیا
بڑبڑا رہی ہو؟ اس نے اسے بڑی گہری نظروں سے دیکھا تھا اور وہ
اس کی ان نظروں سے خائف ہو رہی تھی۔ کیا مسئلہ ہے آپ کے
ساتھ، یہ لفنگوں کی طرح مجھے گھور کیوں رہے ہیں؟ وہ اسے گھورتی
ہوئی غصے سے بولی تھی۔ اپنی بیوی کو دیکھنا گھورنا ہوتا ہے؟ اور یہ
کیسی زبان استعمال کر رہی ہو تم، یہ لفظ کہاں سے سیکھتی ہو؟ وہ اسے
نہ جانتے ہوئے بھی دوبارہ ڈانٹ گیا تھا۔ جہاں سے بھی سیکھے ہیں،

نہ چاہتے ہوئے بھی دوبارہ ڈانٹ گیا تھا۔ جہاں سے بھی سیکھے ہیں،
آپ سے مطلب؟ آئیں لیٹ کروادی آپ نے مجھے، سب لوگ
جا چکے ہیں، وہ آگے چلتی ہوئی جارہی تھی جبکہ ارتضیٰ کی اتنے غصے
میں بھی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔ اس نے بھلا اسے کب لیٹ کروائی
تھی، خود مہارانی نے تیار ہونے میں اتنا ٹائم لگا دیا تھا، اور تیار ہو کر
پیاری بھی تو بہت لگ رہی تھی، یہ ارتضیٰ کے اندر سے آواز آئی

[illegible]

تھی اور ارتضیٰ کو سمجھ نہیں آ رہا تھا یہ وہ منہ سے پھلیے مجھ باہر دیکھتی کیوں دکھا رہی ہے آئی تھی۔ دعوت

پر سب لوگوں نے ان کی بہت تعریفیں کی تھیں۔ رات گئے تک

وہ لوگ آسیہ بیگم کے گھر بیٹھے رہے تھے۔ تقریباً ایک بجے کے

قریب وہ لوگ وہاں سے نکلے تھے۔ زرینہ بیگم نے خاص تاکید کی

تھی کہ ارتضیٰ اسے کہیں گھمانے لے جائے، وہ اسے وہاں سے

سیدھا آئس کریم کھلانے لے گیا تھا۔ ارتضیٰ نے اپنے اور اس

کے لیے چاکلیٹ فلیور آرڈر کیا تھا۔ میں نہیں چاکلیٹ کھاتی، اتنی
کڑوی ہوتی ہے، مجھے تو سٹرابری فلیور لینا ہے۔ ارتضیٰ اس کا کپ
اٹھا کر گیا تھا اور کاؤنٹر سے دوبارہ اس کے لیے سٹرابری فلیور لے
کر آیا تھا۔ کھاتی میٹھا ہو اور بولتی کڑوا ہو، عجیب ہی ہو تم بھی، تم
سے زیادہ چاکلیٹ تو کڑوی نہیں ہوتی، وہ چاکلیٹ کھاتا ہوا اس کی
طرف غور سے دیکھتا ہوا بولا تھا۔ آپ کا کیا مطلب ہے، میں کڑوی

گھمبیر لہجے میں آہستہ سے بولا تھا۔ اس کے ہاتھ سے منہ کی طرف جاتا چمچ گرا تھا۔ ریلیکس، کیا ہو گیا، اتنی گھبرا کیوں گئی ہو؟ اس کی حالت اچھی خاصی بگڑ چکی تھی، اس کا چہرہ سرخ انار بن چکا تھا، کانوں سے جیسے دھواں نکل رہا تھا۔ فکر نہیں کرو، ادھر نہیں، کچھ بھی کروں گا گھر جا کر ہی چکھوں گا، جلدی سے یہ ختم کرو، میں جا کر

بل پے کر کے آتا ہوں، وہ اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف چلا گیا تھا اور اب بھلا وہ کیسے کچھ کھا سکتی تھی۔ کتنا بدتمیز ہے یہ جنگلی، وہ بھی اس کے پیچھے ہی آئی تھی اور اس کے بعد رابیل کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ وہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ پاتی۔ گھر آ کر وہ اپنے کمرے میں جا رہی تھی جب ارتضیٰ نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔ مکلاوے کی رسم آج صبح ختم ہو گئی تھی، آج تم اپنے گھر جاؤ، میرے ساتھ

یرے کمرے میں۔ کمرے میں آتے ہی ار[illegible] نے اس کا ہاتھ
چھوڑا تھا اور جا کر کپڑے نکال کر واش روم میں گھس گیا تھا، چینج کر
کے وہ جیسے ہی نکلا، رانیل اپنا نائٹ سوٹ ہاتھ میں پکڑے اس کے
باہر نکلنے کا انتظار کر رہی تھی اور اس کے نکلتے ہی وہ واش روم چلی
گئی تھی۔ جب وہ واش روم سے نکلی تو وہ لائٹ آف کر کے سو چکا
تھا، نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر
اپنے بال سلجھانے لگی تھی، ڈھیلی سی چٹیاں بنا کر وہ بیڈ پر آئی تھی

اور آرام سے لیٹ گئی تھی۔ اچانک ارتضیٰ نے ہاتھ بڑھا کر اسے

اپنے قریب کھینچا تھا اور وہ ارتضیٰ کے سینے کے ساتھ جا لگی تھی،
اس کے منہ سے چیخ نکلی تھی۔ ی۔۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ وہ
ہکلاتے ہوئے بولی تھی۔ چکھنے لگا ہوں تمہیں، میٹھی ہو یا کڑوی۔
رابیل کے پورے جسم سے جیسے جان نکل گئی تھی مگر وہ اس
"جنگلی" کے سامنے بے بس ہو چکی تھی۔ صبح

"جنگلی" کے سامنے بے بس ہو چلی تھی۔ صبح اس کے اٹھنے سے
پہلے ہی کمرے سے نکل گئی تھی، وہ سیدھی اپنے کمرے میں گئی
تھی اور اپنے بیڈ پر جا کر سو گئی تھی۔ زرینہ بیگم اور نسیم بیگم ناشتے
کی تیاری میں مصروف تھیں، ناشتہ لگ گیا تھا، ارتضیٰ ناشتے کی
ٹیبل پر پہنچ گیا تھا مگر وہ ابھی تک نہیں آئی تھی۔ ارتضیٰ، رابیل
اٹھی نہیں؟؟؟ نسیم بیگم نے دیکھ کر سوال کیا تھا، اسے وہاں نہ پا
کر وہ سمجھ گیا تھا

کر وہ سمجھ گیا تھا وہ کہاں ہے۔وہ۔۔۔وہ اپنے کمرے میں گئی تھی،

اس کے موبائل کا چارجر نہیں مل رہا تھا، میں بلا کر لاتا ہوں، وہ

جلدی سے اٹھ کر اس کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔وہ سامنے

ہی بیڈ پر بے سدھ سو رہی تھی، اس نے اس کے اوپر سے کمبل

ہٹایا تھا اور اسے اٹھا کر بٹھا دیا تھا۔یہ کیا بدتمیزی ہے؟ وہ نیند میں

ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔چچی جان تمہیں بلا رہی ہیں، اگر انہیں پتہ

چل گیا تم یہاں سو رہی ہو تو تمہاری خیر نہیں ہے، اٹھو میرے
ساتھ چلو، وہ ایسے ہی سوئی سوئی حالت میں باہر جانے لگی تھی
جب اس نے اسے روکا۔ اس حالت میں جاؤ گی تو پتہ چل جائے
گا، چلو جا کر منہ دھو کر آؤ، فریش ہو کر آؤ، میں یہیں تمہارا انتظار
کر رہا ہوں، وہ آنکھیں ملتے واش روم چلی گئی تھی۔ منہ دھو کر وہ
دروازے کی طرف بڑھی تھی جب ارتضیٰ نے اس کا ہاتھ پکڑ
کر اپنی طرف کھینچا تھا، تم مجھ سے اتنی دور کیوں رہتی ہو؟

کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ یہ تم مجھ سے اتنی دور دور کیوں رہتی ہو؟

ویسے تمہارا فلیور اتنا بھی برا نہیں ہے، بہت میٹھی ہو تم، وہ اس کے کان پر جھکا تھا جب وہ کرنٹ کھا کر اس سے دور ہوئی تھی۔

آپ کی انہی بے شرموں والی باتوں کی وجہ سے آپ سے دور رہتی ہوں، وہ اسے خود سے دور دھکیلتی پرے ہوئی تھی۔ اچھا اگر ایسی بے شرموں والی باتیں نہیں کروں گا تو نہیں جاؤ گی دور مجھ سے؟؟؟ وہ اس کا ہاتھ پکڑے اسے واپس اپنے قریب کرتا نرمی

سے بولا تھا۔ اگر آپ ہمیشہ ایسے نرمی سے ہی بات کریں گے تو پھر سوچا جا سکتا ہے، وہ اس کے کندھوں پر دونوں ہاتھ رکھتے اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی لاڈ سے بولی تھی۔ ارتضیٰ کے لب مسکرائے تھے۔ چلو ناشتہ کرتے ہیں، سب انتظار کر رہے ہیں، وہ اس کا ہاتھ پکڑے باہر لے آیا تھا۔ ان دونوں کے آنے سے پہلے ہی فاروق، اسلم اور اکرم صاحب آفس کے لیے نکل گئے تھے، ارتضیٰ لیٹ ہو گیا تھا اس لیے اس نے اکیلا آفس جانا تھا۔ وہ ناشتہ

نے سٹپٹا کر دیکھا تھا، نمل اسے دیکھ کر مسکرائی تھی، نسیم بیگم نے اسے گھورا تھا تو جلدی سے وہ اپنی کرسی چھوڑ کر اس کے پیچھے آئی تھی۔ رابیل اس کے پیچھے تھی، دروازے کے قریب جا کر وہ اچانک رکا تھا اور رابیل کا سر اس کے سینے سے ٹکرا گیا تھا۔ تم میرے پیچھے کیوں آ رہی ہو؟ وہ جان بوجھ کر اسے تنگ کرنے کے لیے بولا تھا۔ وہ مجھے تائی امی نے بھیجا تھا۔ تائی امی نے بھیجا

کیا تھا۔ کیا کر رہے ہیں آپ، کوئی دیکھے گا۔ کوئی بھی نہیں ہے

یہاں پر، ویسے بھی تمہاری تائی امی نے تمہیں خود میرے پاس

بھیجا ہے، اس لیے وہ یہاں اور کسی کو نہیں آنے دیں گی، بڑے

ہی کوئی بے شرم انسان ہیں آپ، چھوڑیں مجھے، آفس جائیں۔

شوہر کو پیار سے الوداع کرتے ہیں، اس طرح خون خوار بلیوں

شوہر کو پیار سے الوداع کرتے ہیں، اس طرح خون خوار بلیوں کی طرح نہیں۔ تو شوہر کو بھی چاہیے نا کہ طریقے سے رہے۔ اور طریقہ کون سا ہوتا ہے؟ پلیز نہ جائیں، تنگ نہیں کریں۔ اچھا ٹھیک ہے، میں جا رہا ہوں، شام کو تیار رہنا، کھانا باہر کھائیں گے، وہ اسے اللہ حافظ بولتا چلا گیا تھا۔ شام کو ارتضیٰ کے کہنے سے پہلے ہی وہ تیار ہو چکی تھی، ارتضیٰ اسے لے کر باہر آیا تھا، رات گئے تک

وہ تیار ہو چکی تھی، ارتضیٰ اسے لے کر باہر آیا تھا، رات گئے تک وہ باہر گھومتے رہے تھے، ایک بجے کے قریب وہ لوگ واپس گھر آئے تھے۔ ارتضیٰ صوفے پر پیچھے سر ٹکائے آنکھیں موندے بیٹھا تھا جب وہ چینج کر کے واش روم سے نکلی تھی۔ ادھر آؤ میرے پاس، ارتضیٰ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا تو وہ اس کا ہاتھ تھام کر اس کے قریب بیٹھ گئی تھی۔ ایک بات تو بتاؤ، تم مجھے جنگلی کیوں کہتے رہتے ہو، میں تمہیں کہاں سے جنگلی لگتی ہوں؟

ہاتھ تھام کر اس کے قریب بیٹھ گئی۔ ایک بات تو بتاؤ، تم مجھے
جنگلی کیوں کہتی ہو، میں تمہیں کہاں سے جنگلی لگتا ہوں؟ رابیل بلا
وجہ شرمندہ ہوئی تھی۔ آئی ایم سوری، وہ اس سے معذرت بھی
کر گئی تھی۔ میں نے تم سے سوری کرنے کو تو نہیں کہا، میں نے
صرف وجہ پوچھی، اور مجھ سے شادی سے انکار کیوں کر رہی تھی؟
رابیل نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا پھر اسے گھورا تھا۔ کیا آپ کو
نہیں پتہ وجہ؟ میں کیوں بھلا کسی کے شوہر سے شادی کرتی؟ تم

نہیں پتہ وجہ! میں کیوں بھلا کسی کے شوہر سے شادی کرتی! ہم
بالکل پاگل ہو رابی، وہ اس کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے اس
کی مخروطی انگلیوں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ تمہارے ہاتھ بہت
پیارے ہیں رابی، اور یہ سچ تھا، رابیل کے ہاتھ کی تعریف ہر کوئی
کرتا تھا۔ تب ہی ارتضیٰ کی نظر اس کے ہاتھ میں اس ڈائمنڈ
رنگ پر پڑی تھی۔ اچھا ویسے مجھے لگا تھا تم یہ انگوٹھی پہنو گی نہیں
بلکہ کوڑے میں پھینک دو گی۔ ہاں پھینک ہی دیتی مگر میں نے

بلکہ کوڑے میں پھینک دوں گی۔ ہاں پھینک ہی دیں گی، کل میں نے

آپ کے دراز میں انگوٹھی کی وہ سلپ دیکھ لی تھی، اس پر ڈیٹ

بھی لکھی تھی۔ اچھا، میں بھی کہوں میری بیوی اتنی فرمانبردار

کب سے ہو گئی، اس بات پر وہ کھلکھلا دی تھی۔۔ رابیل ارتضیٰ

سے جتنا چڑھتی تھی اب اس کی اتنی ہی دیوانی ہو گئی تھی، وہ بھی

اس کا بہت خیال رکھتا تھا اور رابیل سمجھتی تھی یہ تایا ابو اور تائی

امی کے ڈر کی وجہ سے اس کا اتنا خیال رکھتا ہے، مگر جو بھی تھا وہ

ارتضیٰ حیدر سے محبت کرنے لگی تھی۔ مگر نائمہ ابھی تک ایک

پھانس کی صورت اسکے حلق میں اٹکی ہوئی تھی اور ارتضیٰ سے

اس ٹاپک پر بات کرتے وہ گھبراتی تھی، مگر ایک بات کا اسے

یقین تھا کہ اب وہ واپس آبھی جائے تو ارتضیٰ اسے کبھی رکھے

گا نہیں، یہی بات سوچ کر وہ مطمئن ہو جاتی تھی۔ ان دونوں کو

خوش دیکھ کر سبھی بہت خوش تھے۔ بیگم تو اپنے بیٹے اور بہو

کے سر کے صدقے دیتی نہیں تھکتی تھی، مگر بھونچال اس وقت
آیا جب ایک دن اچانک نائمہ واپس آ گئی تھی۔ ارتضیٰ اور رانیل
کی شادی کو چھ ماہ ہو گئے تھے، وہ پریگننٹ تھی اور خوشخبری سننے
کے بعد تو ارتضیٰ نے اسے بالکل تھیلی کا چھالا بنا کر رکھا ہوا تھا۔
اتوار کا دن تھا، سب مرد گھر پر موجود تھے، گھر کی ساری خواتین
کچن میں دوپہر کے کھانے کی تیاریوں میں مصروف تھیں جب

اچانک ایک گاڑی گھر کے اندر آئی تھی۔نائمہ گاڑی سے نکل

کر گھر کے اندر آئی تھی،نائمہ پر سب سے پہلی نظر نسیم بیگم کی

پڑی تھی۔بھابھی،یہ اب یہاں پر کیوں آگئی ہے؟انہوں نے

اپنی جیٹھانی کو متوجہ کیا تھا۔زرینہ بیگم تو اسے وہاں دیکھ کر سیخ پا

ہو گئی تھی۔بد کردار لڑکی،کیوں آئی ہو تم یہاں،نکل جاؤ یہاں

سے اپنا ناپاک سایہ لے کر،زرینہ بیگم اونچا اونچا بولنے لگی تھی۔

ان کی آواز پر سارے مرد جمع ہو گئے تھے۔ انکل، مجھے معاف کر دیں، میں بہک گئی تھی، مجھے فلموں میں کام کرنے کا شوق تھا اور میں اپنے خواب پورے کرنا چاہتی تھی۔۔۔ تو کر لیتی اپنے خواب پورے، ہم نے تمہیں روکا ہے؟ زرینہ بیگم نخوت سے بولی تھی۔ دیکھو بیٹا، میں نے تمہارے باپ کی آخری خواہش سمجھ کر تمہیں اتنے عرصہ گھر پر رکھا، تمہاری شادی اپنے بیٹے کے ساتھ طے

کی، اور تم نے آخر میں کیا کیا، ہمارا منہ کالا کر کے چلی گئی، اب اس
گھر میں تمہاری کوئی جگہ نہیں ہے۔ آپ لوگ ایسا کیسے کر سکتے
ہیں؟ اسلم صاحب کے صاف انکار پر وہ چلائی تھی، اسے یقین تھا
کہ اسلم صاحب ہمیشہ کی طرح اس کی یہ غلطی بھی نظر انداز کر
دیں گے۔ ارتضیٰ میرا شوہر ہے اور اس نے یہ جو دوسرا نکاح کیا
ہے میری اجازت کے بنا، میں اس پر کیس بھی کر سکتی ہوں، وہ

سوچ کر تو آئی تھی کہ یہاں سب کی منت سماجت کرکے وہ ان کو

منا لے گی مگر جب اسے یقین ہو گیا کہ یہ لوگ نہیں مانیں گے

تو وہ اپنی اوقات میں واپس آگئی تھی۔ اور تم لوگ میری مرضی

کے بنا مجھے طلاق بھی نہیں دے سکتے، قاسم شاہ صاحب کو تو تم

لوگ جانتے ہی ہو نا، اس کے ساتھ میں نے فلم سائن کی ہوئی ہے،

اور اگر تم لوگوں نے میری بات نہ مانی تو میں تم لوگوں کو کورٹ

پچہریوں میں اتنا گھسیٹوں گی کہ تم لوگوں کی عزت کی دھجیاں اڑ
جائیں گی، اس لیے شرافت کے ساتھ مجھے ارتضیٰ کی جائیداد میں
جو میرا حصہ ہے وہ مجھے دے دو۔ دیکھو بیٹا، تم یہ ٹھیک نہیں کر
رہی ہو، وہ کسی صورت بھی تمہیں نہیں رکھے گا۔ اور کیوں نہیں
رکھے گا؟ وہ رکھے گا، وہ کہاں ہے، میں اس سے خود بات کر لیتی
ہوں۔ وہ گھر پر نہیں ہے، میں اس سے پوچھ لونگا، اور اب تم نکلو
یہاں سے۔ زرینہ، تم چپ رہو، اسلم صاحب نے اسے منع کر دیا

تھا۔ بیٹا، تم یہاں رہو، ارتضیٰ آئے گا تو اس سے بات کر لینا، جیسا
وہ کہے ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، اور اسلم صاحب کی
اس بات پر سب لوگ حیرت سے اسلم صاحب کا منہ دیکھ رہے
تھے۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں اسلم صاحب، ارتضیٰ کی شادی ہو
چکی ہے، رابیل ہماری بہو ہے، آپ کیسے اس عورت کو اپنے گھر
میں رکھ سکتے ہیں، کیا بھول گئے کہ اس نے کیا کیا ہے؟ زرینہ، میں

نے کہا نا خاموش ہو جاؤ، اور جاؤ جا کر کھانے کا انتظام کرو۔ رابیل بیٹا، جاؤ تم بھی کمرے میں۔ رابیل کی تو حالت غیر ہو رہی تھی، نمل اسے کمرے میں لے گئی تھی۔ ارتضیٰ کسی کام کے سلسلے میں باہر نکلا ہوا تھا، رابیل نے اسے فون کیا تھا، وہ فون نہیں اٹھا رہا تھا اور رابیل اسے مسلسل کالز کر رہی تھی۔ اللہ کر کے اس نے فون اٹھایا تھا۔ کیا ہو گیا رابی، کیوں اتنی کالز کر رہی ہو، خیریت ہے؟ خیریت نہیں ہے رابی، کیا ہوا ہے، تم رو کیوں رہی ہو؟

ہے؟ خیریت نہیں ہے۔ رابی، کیا ہوا ہے، تم رو کیوں رہی ہو؟
آپ پلیز گھر آ جائیں، وہ ہچکیوں میں رو رہی تھی۔ اچھا ٹھیک ہے،
میں آ رہا ہوں، بس پندرہ منٹ میں میں پہنچ رہا ہوں، تم رونا بند
کرو، اور جب وہ گھر آیا تو سیدھا کمرے میں گیا تھا اور اسے دیکھتے
ہی رانیل اٹھ کر اس کے سینے سے آ لگی تھی اور پھر سے رونے لگ
گئی تھی۔ رانیل، میری جان، کیا ہوا ہے، مجھے کچھ بتاؤ تو سہی۔ وہی
ہوا ہے جس کا ڈر تھا، وہ چڑیل واپس آ گئی ہے اور وہ کہہ رہی تھی

کہ ارتضیٰ میرا شوہر ہے، اور میرا دل چاہ رہا تھا میں اس کی زبان
کھینچ لوں۔ کون چڑیل، کون واپس آگئی ہے؟ وہی آپ کی دو ٹکے
کی بیوی نائمہ، اور اس کا نام سنتے اس کا دماغ گھوما تھا۔ ہے پاگل ہو

کیا، وہ یہاں کیا کر رہی ہے؟ وہ آگئی ہے اور تایا ابو نے اسے رکھ
لیا ہے۔ کیا وہ یہی رہے گی ہمارے ساتھ؟ نہیں، میری جان، وہ
یہاں نہیں رہے گی، اس کا یہاں پر کیا کام۔ پھر آپ اسے ابھی

یہاں نہیں رہے گی! اس کا یہاں پر کیا کام ہے۔ پھر آپ اسے ابھی

اور اسی وقت یہاں سے نکالیں، میں اسے نہیں برداشت کر سکتی

یہاں پر۔۔۔ تایا ابو نے اسے کہا ہے کہ وہ آپ سے بات کر لے،

اگر آپ اسے رکھنا چاہیں تو ان کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اچھا

ٹھیک ہے، تم رونا بند کرو، میں دیکھتا ہوں کیا کرنا ہے، وہ اس کے

آنسو صاف کرتا الماری کی طرف بڑھا تھا اور اپنا دراز نکال کر کھینچا

تھا، اس میں سے ایک فائل نکالی تھی۔ اس میں کیا ہے؟ اس میں

اس کے طلاق کے پیپر ہیں، میں اسے طلاق دے چکا ہوں، میرا
اب اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، تم اپنی حالت درست
کرو۔ چلو آؤ، میں بھی آپ کے ساتھ ہی جاؤں گی۔ ہاں ٹھیک ہے
آجاؤ، وہ اس کا ہاتھ پکڑے اسے باہر لے آیا تھا۔ احمر ٹی وی دیکھ
رہا تھا۔ احمر، سب کو بلا کر لاؤ، ان سے کہو بھیا بلا رہے ہیں۔ سب
کو مطلب، وہ نائمہ بھابھی کو بھی؟؟؟ وہ جھجھکتے ہوئے بولا تھا۔

رانی نے اسے گھورا تھا۔ بکواس بند کرو احمر، جتنا کہا ہے اتنا کرو،
رابیل نے اسے ڈپٹا تھا تو وہ جلدی سے سب کو بلانے چلا گیا تھا۔
اور ارتضیٰ کو دیکھتے ہی نائمہ اس کے قریب آئی تھی، اور اس کے
قریب آتے ہی ارتضیٰ نے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ دے
مارا تھا۔ "ارتضیٰ!" اسلم صاحب نے اسے ڈانٹا تھا۔ یہ تھپڑ تمہیں
بہت مہنگا پڑے گا، وہ منہ پہ ہاتھ رکھے غرائی تھی۔ ارتضیٰ نے

فائل کھولی تھی، اس میں ایک پیپر نکلا تھا۔ یہ وہ نکاح نامہ ہے
جس میں میں نے صاف لکھوادیا تھا کہ طلاق دینے کا حق میرے
پاس ہے، اور طلاق کے بعد میری جائیداد میں سے تمہارا کوئی
حصہ نہیں ہے، کیونکہ تمہیں میں پہلے سے جانتا تھا تم کس قسم کی
لڑکی ہو۔ اور یہ دیکھو، تین ماہ پہلے ہی میں تمہیں طلاق کے نوٹس
بھجوا چکا ہوں۔ پہلا نوٹس تمہیں اس دن گیا تھا جس دن تم دبئی جا
رہی تھی، تمہارے دبئی نکلنے سے چار گھنٹے پہلے یہ نوٹس تمہارے

قاسم شاہ کے فلیٹ پر میں نے پہنچا دیا تھا۔ اور قاسم شاہ کے نام پر وہ چونکی تھی۔ دوسرا نوٹس تب بھیجا جب تم ایک ماہ بعد دبئی سے واپس ائی تھی، اس سے اگلے دن یہ نوٹس تمہیں بھیجا تھا، اور تم نے ریسیو بھی کیا تھا۔ اور یہ آخری نوٹس بھی اس سے اگلے ماہ میں میں نے بھیج دیا تھا۔ مم۔۔ مگر میں نے نہیں یہ ریسیو کی۔۔۔

یہ تمہارے قاسم شاہ نے ریسیو کیے ہیں، اور اس نے تمہیں بتایا

یہ تمہارے قائم شاہ نے ریسیو کیے ہیں، اور اس نے تمہیں بتایا
ہی نہیں ہے کہ میں تمہیں طلاق دے چکا ہوں۔ تمہیں کیا لگتا
ہے میں تم سے بے خبر تھا۔ اچھا ایک چیز اور ہے میرے پاس
تمہارے لیے۔ اس نے اپنا موبائل نکالا تھا، اور اس میں سے ایک
ویڈیو اس کے سامنے کی تھی۔ سکرین صرف نائمہ کے سامنے
تھی، کوئی اور نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ۔۔۔ یہ جھوٹ ہے، وہ ہکلا
گئی تھی۔ یہ جھوٹ ہے یا سچ ہے، یہ تو تم اچھی طرح جانتی ہو۔

کی تھی۔ یہ جھوٹ ہے یا سچ ہے، یہ تو تم ابھی عرش جانتی ہو۔
اگر تم نے مجھے تنگ کرنے کی ذرا بھی کوشش کی، یا میری فیملی کو
بے عزت کرنے کی کوشش کی، تو تمہیں پتہ چل گیا ہوگا میں کیا
کچھ کر سکتا ہوں۔ یہ لو، اور نکلو یہاں سے۔ اس نے وہ کاغذات
اس کے منہ پر مارے تھے۔ تمہیں تو میں دیکھ لوں گی، وہ تن فن
کرتی وہاں سے نکل گئی تھی۔ گاڑی سٹارٹ کرکے وہ تھوڑی دور
گئی تھی جب قاسم شاہ کے کال ائی تھی۔ قاسم شاہ، تم نے مجھے بتایا

نہیں کہ وہ مجھے طلاق کے نوٹس بھجوا تا رہا ہے۔ ارے یار، میں
تمہیں سٹریس نہیں دینا چاہتا تھا۔ تم بتاؤ، پیسوں کا کیا بنا۔ طلاق
کے بعد بھی تم اس سے پیسے لے سکتی ہو۔ تمہیں پتہ ہے ہماری
فلم کے لیے پیسوں کی اشد ضرورت ہے۔ بھاڑ میں گئے تم اور بھاڑ
میں گئی تمہاری فلم، مجھے وہ ایک پھوٹی کوڑی نہیں دے رہا۔۔
وہ فون بند کر گئی تھی۔ اب باہر بیٹھے جب رابیل چپ کر کے

واپس کمرے میں اگئی تھی، اور وہ اس کے پیچھے ایا تھا۔ کیا ہوا ہے، تم کمرے میں کیوں اگئی۔ وہ صوفے پر بیٹھی رو رہی تھی۔ ارے اب کیوں رو رہی ہو، اب تو میں نے اسے واپس بھیج دیا ہے۔ کیا اس کے جانے کا غم لگ گیا ہے، واپس بلا لوں کیا؟ وہ اسے تنگ کرنے کے لیے بولا تھا۔ رابیل نے اس کے سینے پر مکا مارا تھا۔ بلا کر تو دیکھیں، میں جان لے لوں گی آپ کی۔ میں بہت ڈر گئی تھی،

پتہ نہیں کیوں، مگر یہ دیکھیں میرا دل ابھی تک دھک دھک کر
رہا ہے۔ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کے اپنے دل پر رکھا تھا۔ ویسے
نائمہ کے آنے کا ایک فائدہ تو مجھے ہو گیا ہے، اتنا تو پتہ چل گیا نا کہ
میں رانیل کے لیے اہم ہوں۔۔۔ اہم؟ اہم بہت چھوٹا لفظ ہے،
آپ بہت اہم ہے میرے لیے۔ وہ آگے بڑھ کر اس کے گلے میں
بازو ڈالتی اس کے سینے سے جا لگی تھی، اور ارتضیٰ نے اسے اپنے

دونوں بازوؤں میں بھینچ لیا تھا۔

یہ کہانی صرف محبت کی نہیں بلکہ اختیار، برداشت، غلط فیصلوں
اور وقت کے ساتھ بدلتے رشتوں کی تصویر ہے۔ رانیل کا شوخ،
بے باک اور معصوم کردار ابتدا میں ضدی محسوس ہوتا ہے مگر
دراصل وہ اپنی مرضی اور عزت کے لیے کھڑی ایک لڑکی ہے،
جبکہ ارتضیٰ بظاہر سخت، غصیلہ اور خوفناک نظر آتا ہے مگر اس
کے اندر ذمہ داری، وفاداری اور گہری محبت چھپی ہوئی ہے، البتہ

اس کے رویے کی سختی کئی جگہ ناقدانہ نظر سے دیکھی جا سکتی ہے
کیونکہ محبت میں خوف نہیں اعتماد ہونا چاہیے۔ زرینہ بیگم جیسا
کردار ثابت کرتا ہے کہ ساس اگر دل کی صاف ہو تو گھر جنت
بن سکتا ہے، جبکہ نسیم بیگم کی سختی یہ دکھاتی ہے کہ والدین کبھی
کبھی معاشرتی دباؤ میں اولاد کے جذبات بھول جاتے ہیں۔ نائمہ
کا کردار یہ سبق دیتا ہے کہ لالچ، دھوکہ اور وقتی خواب انسان

کو عزت سے محروم کر دیتے ہیں۔ کہانی کا اصل سبق یہ ہے کہ
نفرت سمجھ میں بدلی، فاصلے قربت میں ڈھلے اور غلط فہمیاں محبت
میں پگھل گئیں۔ ریڈرز کے لیے پیغام یہی ہے کہ کسی انسان
کو صرف اس کے ظاہری لہجے یا پہلی چھاپ سے نہ پرکھیں، مگر
ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھیں کہ رشتہ وہی خوبصورت ہوتا ہے جہاں
رضامندی، احترام، سچائی اور سکون موجود ہو، کیونکہ محبت
زبردستی نہیں، دل جیتنے سے پیدا ہوتی ہے۔